ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 01. Jan-March 2025.Page#.1905-1925
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

HUMAN ORGAN TRANSPLANTATION: A RESEARCH-BASED REVIEW OF CONTEMPORARY FIQHI ISSUES AND SCHOLARLY TRENDS

انسانی اعضاء کی پیوندکاری: جدید فقہی مسائل اور علماء کے رجحانات کا تحقیقی جائزہ

Dr. Sumayyah Rafique
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Culture, National University of Modern Languages, Karachi Campus
srafique@numl.edu.pk
Dr.Abdul Rahman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat Pakistan
Onlyimran2010@gmail.com
Kulsoom Khaleeq Ansari
Lecturer of Islamic Studies, College Education Department, Government of Sindh, MPHIL Scholar at NUML Karachi Campus
Kulsoom.spectra@gmail.com

Abstract

In the modern era, human organ transplantation has emerged as a significant medical and jurisprudential issue. The remarkable progress of medical science has not only opened new avenues for treatment but also invited Islamic jurisprudence to engage in a renewed ijtihadi discourse regarding its permissibility and limitations. In allopathic medicine, organ transplantation has made it possible to treat patients once deemed incurable. Today, a blind person can regain sight through a donated cornea, dysfunctional kidneys and hearts can be replaced, and human life can not only be saved but preserved with dignity.Organ transplantation is not an entirely new concept; its roots lie deep in medical history. Grafting in plants and fruits is an ancient practice, and skin grafting in human's dates back to around 1500 BCE. In the late 19th century, corneal and bone transplants began, and in the early 20th century, the renowned scientist Alexis Carrel successfully conducted experiments in full organ transplantation. However, a revolutionary advancement occurred in the 1960s with the development of immunosuppressive drugs, which significantly increased the success rate of transplant procedures by minimizing organ rejection.While these medical advancements have proven highly beneficial for human survival and well-being, they have simultaneously raised critical questions in Islamic jurisprudence: Is it permissible in Shari'ah to donate, receive, or transplant human body organs? The present research provides a detailed and principled analysis of this question by examining the primary sources of Islamic law the Qur'an, Sunnah, Ijma' (consensus), and Qiyas (analogical reasoning) as well as other juristic tools such as Masalih Mursalah (consideration of public interest) and Qawaid Fiqhiyyah (legal maxims).The study explores how scholars from different schools of thought have addressed complex issues like the sanctity of the human body, the nature of ownership or trusteeship over one's body, emergency situations, consent, the commercialization of organs, and organ extraction from deceased persons. The research also incorporates a critical review of fatwas and statements issued by major contemporary Islamic juristic bodies such as the Islamic Fiqh Academy, Dar al-Ifta Egypt, Al-Azhar

University, and Darul Uloom Deoband. These sources collectively reveal that most modern scholars permit organ transplantation under specific conditions and within the framework of Islamic legal principles, provided that the dignity of the human body is preserved, voluntary consent is secured, and the higher objectives of Shari'ah such as the preservation of life, intellect, and human benefit are fulfilled.This analysis serves as a testament to the dynamic and evolving nature of Islamic jurisprudence, which engages constructively with scientific advancements rather than rejecting them, offering solutions to modern human challenges in light of the timeless teachings of Shari'ah. This research on organ transplantation not only presents a clear Islamic perspective grounded in religious principles but also responds to contemporary scientific and ethical challenges, thereby providing valuable guidance to the global Muslim community.

Keywords: Fiqhi Issues, Scholarly Trends, Immunosuppressive, Organ Transplantation, Qiyas, Commercialization, Advancements, Islamic Perspective, Simultaneously.

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس اور لاریب کلام ہے جو ہر زمانے اور ہر نسل کے انسانوں کے لیے ہدایت، روشنی اور زندگی کا کامل و اکمل دستور ہے۔ یہ کتابِ ہدایت نہ صرف اپنے الفاظ، معانی اور تعلیمات میں معجزہ ہے بلکہ اس کی حفاظت کا نظام بھی حیرت انگیز اور بے مثال ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کے ہر پہلو کو، چاہے وہ الفاظ ہوں، معانی ہوں، یا قراءت و تلفظ کا انداز، اپنی خاص عنایت سے محفوظ فرمایا ہے۔ انہی اہم پہلوؤں میں دو علمی اور فنی جہات یعنی "رسمِ عثمانی" اور "تنوعِ قراءات" ایسی ہیں جنہوں نے قرآن کے فہم، تفسیر، اور اس کی قراءت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ رسمِ قرآن سے مراد وہ طرزِ کتابت ہے جو بالخصوص خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں سرکاری مصاحف کی کتابت کے وقت اختیار کیا گیا۔ یہ رسم محض کتابت کا ایک فنی اسلوب نہیں بلکہ ایک ایسا اساسی نظام ہے جس نے قراءاتِ سبعہ و عشرہ کے تنوع کو سمویا اور مختلف قراء کی قراءت کو سہارا دیا۔ اس نظامِ کتابت نے نہ صرف قرآن کی قراءت کو وحدت بخشی بلکہ اس کی فہم میں بھی وسعت اور گہرائی پیدا کی۔

تنوعِ قراءات دراصل نبی کریم ﷺ سے مختلف صحابہ کرام کے واسطے سے منقول وہ متواتر قرآنی قراءتیں ہیں جن میں تلفظ، اعراب، صرف و نحو، اور بعض الفاظ کی ہجائی شکل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان اختلافات کا مقصد ہرگز معنوی تضاد پیدا کرنا نہیں بلکہ قرآن کے اعجاز، فصاحت، اور وسعتِ معانی کو ظاہر کرنا ہے۔ قراءات کا یہ تنوع عرب قبائل کے مختلف لہجوں اور ادائیگی کے انداز کو مدنظر رکھ کر آسانی و سہولت کا ایک عظیم ذریعہ تھا، جس سے امت کو الفاظ کی صحت اور قراءت کی درستگی میں مدد ملی۔ یہی وجہ ہے کہ اس تنوع کو امت کے جلیل القدر علماء، محدثین، اور مفسرین نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے فہمِ قرآن میں گہرائی اور تنوع کا ذریعہ بھی قرار دیا۔

عصرِ حاضر میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری ایک اہم طبی اور فقہی مسئلہ بن چکا ہے، جس پر نہ صرف میڈیکل سائنس کی غیر معمولی ترقی نے نئی راہیں کھولی ہیں بلکہ اسلامی فقہ کو بھی اس کے جائز و ناجائز پہلوؤں پر جدید اجتہادی بحث کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ایلوپیتھک طریقہ علاج میں اعضاء کی پیوندکاری کے ذریعے ایسے مریضوں کا علاج ممکن ہو چکا ہے جو پہلے لاعلاج سمجھے جاتے تھے۔ آج ایک نابینا شخص دوسرے انسان کی آنکھوں کے عطیہ سے بینائی حاصل کر لیتا ہے، ناکارہ گردے اور دل تبدیل کیے جاسکتے ہیں، اور انسانی زندگی کو نہ صرف بچایا جاسکتا ہے بلکہ اسے باعزت طریقے سے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اعضاء کی پیوندکاری کوئی بالکل نئی چیز نہیں بلکہ اس کی جڑیں طبی تاریخ میں گہرائی تک پیوست ہیں۔ نباتات اور پھلوں میں پیوندکاری ایک قدیم عمل ہے، جبکہ انسانی جلد کی پیوندکاری کا رواج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح سے موجود رہا ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں آنکھ کی پتلی اور ہڈیوں کی پیوندکاری کا آغاز ہوا اور بیسویں صدی کے اوائل میں معروف سائنسدان الیکس کیرل نے مکمل انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے تجربات کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ تاہم، اس میدان میں ایک حقیقی انقلابی پیش رفت اُس وقت ممکن ہوئی جب 1960ء میں اعضا کے ردِّ عمل کو روکنے والی ادویات (Immunosuppressive Drugs) دستیاب ہوئیں، جس سے پیوندکاری کے کامیاب امکانات میں نمایاں اضافہ ہوا۔

یہ تمام طبی ترقیات جہاں انسانی بقاء اور فلاح کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوئیں، وہیں اسلامی فقہ کو یہ سوال درپیش ہوا کہ آیا انسانی جسم کے اعضاء کو دینا، لینا، عطیہ کرنا یا پیوند کاری کے عمل کو انجام دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ زیرِ نظر تحقیقی مطالعہ اسی سوال کا مفصل اور اصولی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں اسلامی شریعت کے بنیادی مصادر — قرآن، سنت، اجماع اور قیاس — کے ساتھ ساتھ مصالح مرسلہ اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں فقہاء کے مؤقف اور دلائل کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تحقیق میں اس امر کا احاطہ کیا گیا ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء نے انسانی جسم کی حرمت، امانت یا ملکیت کی نوعیت، اضطراری حالت، رضامندی، اعضاء کی خرید و فروخت، اور میت سے عضو لینے جیسے پیچیدہ مسائل پر کیا مؤقف اختیار کیا ہے۔ متعدد عالمی فقہی اداروں جیسے مجمع الفقہ الاسلامی، دارالافتاء مصر، جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ و بیانات کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا ہے، جس سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اکثر معاصر علماء نے مخصوص شرائط اور شرعی اصولوں کے تحت انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اس میں انسانی حرمت پامال نہ ہو، رضاکارانہ اجازت حاصل ہو، اور شریعت کے مقاصد یعنی تحفظِ جان، تحفظِ عقل اور نفع رسانی کو مد نظر رکھا جائے۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی فقہ ایک زندہ اور ارتقائی نظام ہے جو سائنسی ترقیات سے منہ موڑنے کی بجائے ان سے تعامل کرتا ہے اور شریعت کی ابدی تعلیمات کی روشنی میں جدید انسانی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے موضوع پر یہ تحقیق نہ صرف دینی اصولوں کی روشنی میں ایک واضح فکری موقف پیش کرتی ہے بلکہ عصرِ حاضر کے سائنسی و اخلاقی چیلنجز کا جواب بھی فراہم کرتی ہے، جس سے امت مسلمہ کو اس میدان میں رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔

غیر حیوانی مواد سے انسانی علاج میں پیوند کاری کا فقہی جواز: ایک تحقیقی جائزہ

اسلامی فقہ میں انسانی جسم کی بحالی یا علاج کے لیے غیر حیوانی اشیاء جیسے سونا، چاندی، لکڑی، پلاسٹک، یا دیگر معدنی یا مصنوعی مادّوں کا استعمال ایک معروف و جائز عمل کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بشرطیکہ وہ اشیاء طبعاً پاک ہوں اور طبی لحاظ سے نقصان دہ نہ ہوں۔ اس باب میں سب سے زیادہ مشہور اور مستند مثال حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جسے فقہی مصادر میں بارہا نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کی ناک ایک جنگ (یوم الکلاب) میں کٹ گئی تھی، تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگائی، لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کیا، تو آپ ﷺ نے انہیں **سونے کی ناک** لگوانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ واقعہ سنن ابی داؤد اور دیگر کتبِ حدیث میں وارد ہوا ہے:

" أن عرفجة بن أسعد أصيب أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفا من ورق فأنتن، فأمره النبي ﷺ أن يتخذ أنفا من ذهب "

عرفجہ بن اسعد کا ناک یوم الکلاب کے دن کٹ گیا، اس نے چاندی کا ناک بنوایا جس میں بدبو پیدا ہو گئی، تو نبی کریم ﷺ نے اسے سونے کا ناک بنانے کا حکم دیا۔[1]

یہ روایت فقہی اصولوں کی رو سے کئی اہم باتوں کی نشاندہی کرتی ہے:

1. غیر حیوانی اشیاء کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ طبعاً پاک ہوں۔
2. سونا، جو کہ عام حالات میں مردوں کے لیے ممنوع ہے، اگر علاج یا انسانی ضرورت کے تحت ہو تو اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔
3. اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ ضرورت اور مصلحت کے تحت بعض عمومی ممانعتوں میں بھی رخصت دی جا سکتی ہے۔

---

[1] **ابوداؤد، السنن، کتاب الخاتم، باب ما جاء في اتخاذ الأنف من الذهب، دار الفکر، 1410ھ، حدیث نمبر 4232**

Abu Dawood, *Sunan Abu Dawood*, Kitab al-Khatam, Bab Ma Jaa fi Ittikhadh al-Anf min al-Dhahab, Dar al-Fikr, 1410 AH, Hadith No. 4232

فقہاء نے بھی اس واقعہ کو بنیاد بناتے ہوئے غیر حیوانی اجزاء سے علاج اور پیوند کاری کو جائز قرار دیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفي الحديث دلالة على أنه يجوز للإنسان أن يستعمل الذهب إذا كان في إصلاح البدن أو إزالة عيبٍ أو لضرورة لا يمكن دفعها إلا به[2]

یعنی: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کو جسم کی درستگی، عیب کے ازالے یا کسی ایسی ضرورت کے تحت جسے بغیر سونے کے پورا نہ کیا جا سکے، سونا استعمال کرنا پڑے تو یہ جائز ہے۔"

بعض فقہاء نے اسے "باب التداوی بالمحرم" (حرام اشیاء سے علاج) کے تحت بحث کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ جب کوئی شے بذاتِ خود پاک ہو اور شریعت نے اسے ناپاک یا ممنوع قرار نہ دیا ہو تو اس سے علاج کرنے اور جسمانی تبدیلی میں استعمال کرنے میں کوئی ممانعت نہیں، جب تک کہ انسانی وقار مجروح نہ ہو اور نقصان دہ ثابت نہ ہو۔

ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری کا حکم

ماکول اللحم (حلال) جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

1. **حلال مذبوح جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال** : فقہائے احناف کے نزدیک حلال جانوروں کی ہڈیاں، بشرطیکہ وہ شرعی طریقے سے ذبح کی گئی ہوں، پاک ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"وأما الخنزير: فقد روي عن أبي حنيفة أنه نجس العين، لأن الله تعالى وصفه بكونه رجسا فيحرم استعمال شعره وسائر أجزائه، إلا أنه رخص في شعره للخرازين للضرورة[3]".

2. **مردار جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال** : اگر حلال جانور شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو (یعنی مردار ہو)، تو اس کی ہڈیوں کا استعمال فقہاء کے نزدیک ناپاک ہے۔ تاہم، اگر ان ہڈیوں کو اس طرح صاف کیا جائے کہ ان میں نجاست باقی نہ رہے، تو ان کا خارجی استعمال جائز ہو سکتا ہے۔

3. **حرام جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال** : خنزیر کے علاوہ دیگر حرام جانوروں کی ہڈیوں کے بارے میں فقہائے احناف کا موقف ہے کہ اگر ان ہڈیوں میں زندگی نہیں ہے اور وہ پاک ہوں، تو ان کا خارجی استعمال جائز ہے۔ تاہم، خنزیر کی ہڈی نجس ہے اور اس کا کسی بھی صورت میں استعمال جائز نہیں اسلامی فقہ میں غیر حیوانی اجزاء سے پیوند کاری کی اجازت موجود ہے، جیسا کہ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کے واقعے سے ثابت ہوتا ہے۔ ماکول اللحم جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرعی طریقے سے ذبح کی گئی ہوں۔ مردار یا حرام جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال ناپاک ہے، تاہم اگر ان کو اس طرح صاف کیا جائے کہ نجاست باقی نہ رہے، تو ان کا خارجی استعمال جائز ہو سکتا ہے۔ خنزیر کی ہڈی کا کسی بھی صورت میں استعمال جائز نہیں ہے۔

غیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری کا فقہی تجزیہ: اضطرار اور جدید اجتہادی رجحانات

اسلامی فقہ میں غیر ماکول اللحم (جنہیں شریعت نے کھانے سے منع کیا ہے) جانوروں کے اجزاء کو انسانی علاج میں استعمال کرنے کا مسئلہ ایک اجتہادی نوعیت رکھتا ہے، جس کا تعلق شرعی قواعد، انسانی اضطرار، اور موجودہ طبی ضروریات سے ہے۔ اصولی طور پر غیر ماکول اللحم جانوروں کی ہڈی، کھال یا

---

[2] شرح النووي على مسلم، دار احیاء التراث العربی، 1392ھ، جلد 14، صفحہ 107

Sharh al-Nawawi ‘ala Muslim, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1392 AH, Volume 14, p. 107

[3] الکاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، 1986ء، جلد 1، صفحہ 83

Al-Kasani, *Bada’i al-Sana’i*, Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1986, Volume 1, p. 83

دیگر اعضاء سے پیوندکاری ناجائز قرار دی جاتی ہے، تاہم اگر انسانی جان بچانا مقصود ہو، اور متبادل ذرائع میسر نہ ہوں، تو فقہائے کرام نے حالتِ اضطرار میں ان کا استعمال مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الضرورات تبیح المحظورات إذا لم یوجد عنها مندوحة[4]

یعنی: ضرورتیں ان چیزوں کو جائز بنا دیتی ہیں جو عام حالات میں ممنوع ہوں، بشرطیکہ اس کا کوئی متبادل موجود نہ ہو۔

اس قاعدے کی رو سے اگر کوئی مریض ایسی حالت میں ہو کہ اس کی جان بچانے یا اس کی شدید تکلیف دور کرنے کے لیے غیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء کا استعمال ناگزیر ہو، تو یہ عمل شریعت کے دائرہ کار میں داخل ہو جاتا ہے۔

خنزیر کے اجزاء کے استعمال کا فقہی موقف

خنزیر ایک نجس العین حیوان ہے، جس کے ہر جز کو قرآن میں رجس (یعنی نجس اور ناپاک) قرار دیا گیا ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ فَإِنَّهُ رِجْسٌ[5]

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جمہور فقہاء، بالخصوص فقہائے احناف نے خنزیر کے ہر عضو کے استعمال کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اس کے بال، چربی، یا ہڈی کے استعمال کو بھی۔ امام کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الخنزیر نجس العین لا یحل شيء منه لا لحمه ولا عظمه ولا شعره ولا جلده ولا شيء من أجزائه[6]

عصر حاضر کے بعض فقہاء نے جدید طبی سہولیات اور جان بچانے کے تناظر میں یہ اجتہاد کیا ہے کہ اگر خنزیر کے کسی جز کا استعمال اضطراری حالت میں ہو، اور متبادل ذرائع ممکن نہ ہوں، تو اسے استعمال کرنا جائز ہے۔ خاص طور پر بعض Immunosuppressive Drugs اور ویکسینز جن میں خنزیر کی چربی یا اجزاء شامل ہوتے ہیں، ان کے استعمال کو "الضرورات تبیح المحظورات" کے اصول پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

مولانا سعید احمد سعیدی کا موقف

تاہم بعض علماء اس رعایت کو ہر حال میں قابلِ اطلاق نہیں سمجھتے۔ مولانا سعید احمد سعیدی اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"قدیم فقہاء نے صرف ضرورت کی بنا پر خنزیر کے بال سے جوتے سینے کی اجازت دی تھی کیونکہ اس وقت مضبوط دھاگہ میسر نہ تھا۔ لیکن آج جب مضبوط دھاگے موجود ہیں تو خنزیر کے بال یا اجزاء کا استعمال کسی حال میں بھی جائز نہیں۔[7]"

---

[4] **القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریة، 1372ھ، جلد 2، ص: 197**

Al-Qurtubi, *Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an*, Dar al-Kutub al-Misriyah, 1372 AH, Volume 2, p. 197

[5] الأنعام: 145

Surah Al-An'am (6:145)

[6] **کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیة، 1986ء، جلد 1، ص: 83**

Al-Kasani, *Bada'i al-Sana'i*, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1986, Volume 1, p. 83

[7] **مولانا سعید احمد سعیدی، تجلیات فقہیہ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2012ء، جلد 2، ص: 221**

Maulana Saeed Ahmad Saeedi, *Tajalliyat Fiqhiyyah*, Maktabah Islamiyyah, Lahore, 2012, Volume 2, p. 221

یہ موقف اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ فقہائے معاصرین صرف اس وقت اجازت دیتے ہیں جب کوئی متبادل طریقہ یا شے موجود نہ ہو، اور جدید سائنسی ترقی کے تناظر میں اگر خنزیر کے بجائے دیگر جائز ذرائع سے علاج ممکن ہو، تو خنزیر کے اجزاء کا استعمال شرعاً ناجائز رہے گا۔

غیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری عام حالات میں جائز نہیں:

- انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو
- متبادل میسر نہ ہو؛
- اور طبی ماہرین اس طریقہ علاج کو ضروری قرار دیں

تو فقہاء نے حالتِ اضطرار میں ان اجزاء کے استعمال کی مشروط اجازت دی ہے۔ البتہ خنزیر کے اجزاء کے استعمال میں زیادہ احتیاط برتی گئی ہے، اور اکثر فقہاء اس کو صرف شدید ترین اضطراری حالت میں اور متبادل کے عدم وجود کی صورت میں جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ اجازت بھی وقتی اور محدود نوعیت کی ہے، مستقل یا عمومی نہیں۔

انسانی جسم سے علیحدہ ہونے والے عضو کی دوبارہ پیوند کاری: فقہی موقف اور اجتہادی تجزیہ

اسلامی فقہ میں انسانی جسم سے جدا ہونے والے عضو کو دوبارہ اسی انسان کے جسم میں پیوند کرنے کے مسئلہ پر مختلف فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ فقہی اصول "حرمت المیتۃ" (مردہ جسم کے اجزاء کی حرمت) اور "اکرامِ انسان" کے تحت آتا ہے، تاہم معاصر طبی ترقی نے اس مسئلہ کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔

فقہائے احناف کا اختلاف

فقہائے احناف میں اس مسئلہ پر تین معروف آراء پائی جاتی ہیں:

1. امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر انسانی جسم کا کوئی عضو (مثلاً انگلی، دانت، ناک کا کچھ حصہ) کسی وجہ سے جسم سے علیحدہ ہو جائے، تو وہ عضو اب دفن کرنے کے قابل ہے، اس کا دوبارہ جسم میں لگانا جائز نہیں۔ ان کے نزدیک اس عضو کو "میت" یا "جزءِ میت" کا حکم حاصل ہو جاتا ہے، جو کہ "اکرامِ میت" کے اصول کے تحت دفن کیا جانا چاہیے۔

امام کاسانی لکھتے ہیں:

وإذا سقط من الإنسان سن أو ظفر أو شعر أو عضو فإنه يدفن، لأنه من جملة الآدمي، ووجب إكرامه كالميت [8]

2. امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے اس سے مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کا کوئی عضو، جیسے کہ دانت، جسم سے علیحدہ ہو جائے، تو اگر وہ خراب نہیں ہوا اور دوبارہ لگایا جا سکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان کے نزدیک چونکہ یہ عضو اسی شخص کا ہے اور استعمال سے اس کی حرمت یا اکرام مجروح نہیں ہوتا، اس لیے استعمال جائز ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی امام ابو یوسف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعن أبي يوسف يجوز للرجل أن يرد ضرسه إذا سقط، لأنه لم يفقد الإكرام بوضعه في فمه [9]

---

[8] **علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، 1986ء، جلد 1، ص: 303**

Ala al-Din al-Kasani, *Bada'i al-Sana'i*, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1986, Volume 1, p. 303

[9] **ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء، جلد 1، ص: 573**

Ibn 'Abidin, *Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar*, Dar al-Fikr, Beirut, 2000, Volume 1, p. 573

اصولی تجزیہ

اس اختلاف کی بنیاد فقہی اصول اکرام الانسان (انسان کی تکریم) اور عدم استعمال مالیس بجیّ (مردہ اجزاء کے استعمال کی ممانعت) پر ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جسم سے علیحدہ ہو جانے والا عضو "غیر زندہ" شمار ہوتا ہے، اس لیے اس کا استعمال ممنوع ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف کی نظر میں چونکہ عضو کا تعلق اسی شخص سے ہے اور اس کے پیوند سے کسی دوسرے کی حرمت متاثر نہیں ہوتی، اس لیے اجازت دی جاسکتی ہے۔

معاصر فقہاء کا رجحان

جدید فقہاء میں سے اکثر نے امام ابو یوسف کی رائے کو طبی ضرورت کے پیشِ نظر ترجیح دی ہے، خاص طور پر اس وقت جب کوئی عضو مکمل طور پر نکالنے کے بعد طبی طور پر دوبارہ جوڑنے کے قابل ہو۔ وہ اس مسئلے کو "ضرورت" اور "مصلحتِ انسان" کے اصولوں کے تحت جائز قرار دیتے ہیں۔ مجمع الفقہ الاسلامی (جدہ) نے بھی اپنی قرارداد میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ:

"اگر انسانی جسم سے جدا شدہ عضو کسی بیماری یا حادثے کی وجہ سے الگ ہو گیا ہو، اور اسے دوبارہ لگانا ممکن ہو تو، اس میں شرعاً کوئی مانع نہیں بشرطیکہ اس سے انسان کی جان یا صحت میں بہتری آئے۔[10]"

فقہائے احناف میں اس مسئلے پر اختلاف موجود ہے، تاہم معاصر زمانے میں امام ابو یوسف کی رائے کو زیادہ قابلِ عمل اور طبی اعتبار سے موزوں سمجھا گیا ہے۔ جدید فقہاء نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اگر علیحدہ شدہ عضو کو دوبارہ لگانے سے انسانی جان، صحت یا افادیت میں بہتری آئے، تو اسے جائز سمجھا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کی نجاست یا ضرر کا خطرہ نہ ہو۔

دوسرے انسان کے جسم میں اعضا کی پیوندکاری: فقہی مسائل اور جواز

انسانی اعضاء کی پیوندکاری ایک اہم فقہی مسئلہ ہے جس پر مختلف فقہاء کی آراء اور اجتہادی فیصلے سامنے آئے ہیں۔ پیوندکاری کا مقصد انسانی زندگی کی بقایا اس کی معیار زندگی کو بہتر بنانا ہے، خاص طور پر جب کسی شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے یا جسم کے کسی حصے کو شدید نقصان پہنچے۔ اس مضمون میں ہم پیوندکاری کے مختلف اقسام اور ان پر فقہاء کے مختلف آراء کا جائزہ لیں گے۔

زندہ شخص کا اپنا عضو عطیہ کرنا

زندہ شخص کے جسم کا عضو کسی دوسرے شخص کو عطیہ کرنے کا مسئلہ، پیوندکاری کے عملی میدان میں سب سے اہم سوالات میں سے ایک ہے۔ اس مسئلے میں دو اہم اقسام ہیں:

خونی رشتہ دار کا عطیہ

زندہ شخص کے جسم کا عضو کسی قریبی رشتہ دار کو عطیہ کرنا، جیسے کہ والدین، بہن، بھائی یا اولاد وغیرہ، فقہاء کی اکثریت کے نزدیک جائز ہے۔ اس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر ہے جو کہ انسانیت کے مفاد اور قریبی رشتہ داروں کی مدد کے لحاظ سے اس عمل کی اجازت دیتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إذا كان الشخص يهب عضوًا من جسده لأحد من أقاربه، فهذا جائز من حيث المصلحة الشرعية، لأن ذلك يدخل في باب الإحسان والإعانة[11]

---

[10] قرارات المجمع الفقهي الإسلامي، رابطة العالم الإسلامي، مكہ مکرمہ، 2004ء، ص: 191

Decisions of the Islamic Fiqh Academy, International Islamic Fiqh Academy, Rabita al-'Alam al-Islami, Makkah al-Mukarramah, 2004, p. 191

[11] ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء، جلد 1، ص: 576

غیر خونی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کا عطیہ

زندہ شخص کا عضو غیر خونی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کو عطیہ کرنا، جیسے کہ بیوی، دوست، پڑوسی، وغیرہ، بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ اس کا جواز انسانی مدد اور معاشرتی مفاہمت کی روح پر مبنی ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان نہ ہو۔

علامہ شامی اس بارے میں لکھتے ہیں:

العضو الذي يُعطى لشخصٍ من غير أقارب يظل جائزًا طالما أن ذلك لم يضر بصحة المتبرع أو المُتلقي[12]

زندہ شخص کا اپنا عضو بیچنا

زندہ شخص کا اپنا عضو بیچنے کا مسئلہ فقہاء کے درمیان اختلاف کا باعث ہے۔ عمومی طور پر اسلام میں کسی بھی جسمانی عضو کی فروخت کو جائز نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ انسانی جسم کا ہر حصہ خدا کی ملکیت ہوتا ہے اور اسے بیچنا اخلاقی طور پر ممنوع سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، گردے کی پیوند کاری کے معاملے میں کچھ معاصر فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ دونوں فریقین کی رضامندی ہو اور یہ عمل کسی بھی طرح سے غیر اخلاقی نہ ہو۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[13]

اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔

لہٰذا، یہ اصول کسی بھی عضو کے بیچنے پر لاگو ہوتا ہے، سوائے گردے کی پیوند کاری کے، جس کے بارے میں بعض معاصر فقہاء نے محدود شرائط کے تحت اس کی اجازت دی ہے۔

مردہ شخص کا عطیہ کرنا

مردہ شخص کا عضو عطیہ کرنے کے مسئلے پر فقہاء کا ایک بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے، خاص طور پر اس صورت میں جب شخص دماغی موت کا شکار ہو چکا ہو یا اس کا دل دھڑک رہا ہو۔ اس ضمن میں بھی مردہ شخص کے جسم کے اعضاء کی پیوند کاری کی دو اہم اقسام ہیں:

دماغی طور پر مردہ شخص کا عطیہ

دماغی موت کا شکار ہونے والے افراد کے جسم کے اعضاء کی پیوند کاری کی اجازت بعض فقہاء نے دی ہے۔ دماغی موت کی تشخیص کے بعد اگر دل کی دھڑکن 12 سے 24 گھنٹے تک برقرار رہے، تو ان کے اعضاء کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

علامہ کاسانی اس بارے میں لکھتے ہیں:

إذا مات الشخص دماغيًا لكن بقي قلبه ينبض لفترة، جاز أخذ أعضائه لفائدة حياة الآخرين

Ibn 'Abidin, *Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar*, Dar al-Fikr, Beirut, 2000, Volume 1, p. 576

[12] **ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء، جلد 1، ص: 577**

Ibn 'Abidin, *Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar*, Dar al-Fikr, Beirut, 2000, Volume 1, p. 577

[13] **النساء 4:29**

Surah al-Nisa (4:29)

دل دھڑکنے کے بعد مردہ شخص کا عطیہ

جب دل کی دھڑکن مکمل طور پر بند ہو جائے اور اعضا ناکارہ ہو جائیں تو پیوند کاری میں مشکلات پیش آتی ہیں، اور عام طور پر ان اعضاء کا استعمال ممکن نہیں رہتا۔ تاہم، جدید تحقیق میں بعض اوقات اعضاء کو دوبارہ قابلِ استعمال بنانے کے تجربات کئے جاتے ہیں، جن میں 50٪ تک کامیابی مل سکتی ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی کی ایک قرارداد میں بیان کیا گیا ہے:

إن الأعضاء التي تكون قابلة للاستخدام بعد توقف القلب تحتاج إلى أن يتم التعامل معها بعناية ووفقًا لظروف معينة".

زندہ اور مردہ شخص کے اعضاء کی پیوند کاری اسلامی فقہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ پیوند کاری صرف انسان کی فلاح، اس کی صحت کی بہتری اور اس کی زندگی کی بقا کے لئے کی جائے، اور اس میں کوئی غیر اخلاقی یا غیر شرعی عمل شامل نہ ہو۔ ان مسائل پر معاصر فقہاء کا اجتہاد اس بات کا عکاس ہے کہ جدید طب کی ترقی کے ساتھ فقہ اسلامی نے اپنی آراء میں لچک رکھی ہے، بشرطیکہ اس سے انسانی جان کی حفاظت کی جائے۔

پیوند کئے جانے والے اعضا کی اقسام:

- وہ عضو جو جسم میں ایک ہے اور اسکے بغیر زندگی ناممکن ہے، یا وہ زندگی میں عطیہ نہیں ہو سکتے، مثلا دل۔
- وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، مگر زندگی میں انکا عطیہ دینا ممکن نہیں۔ مثلا آنکھیں۔
- وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، اور زندگی میں ان کا عطیہ دینا ممکن ہے، مثلا گردے۔

وہ اعضا جو منتقل ہو سکتے ہیں:

- قرنیہ
- دل
- پھیپڑے
- جگر اہلیہ گردے
- آنتیں
- رحم
- بیض۔[14]

عصر حاضر میں اعضاء کی پیوند کاری کی اقسام: فقہی و طبی نقطہ نظر

عصر حاضر میں پیوند کاری (Transplantation) ایک پیچیدہ اور اہم عمل ہے، جس کے ذریعے انسان یا جانور کے ناکارہ یا بیمار اعضاء کو دوسرے صحت مند اعضاء سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ اس عمل کی مختلف اقسام ہیں جو مختلف حیاتیاتی حالات اور طبی ضرورتوں کے مطابق کی جاتی ہیں۔ فقہاء نے اعضاء کی پیوند کاری کے جواز یا عدم جواز پر مختلف آراء دی ہیں، اور ان اقسام پر بحث کی ہے کہ آیا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

---

[14] سعید اختر، ڈاکٹر، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، طبی نقطہ نظر، ص340

Dr. Saeed Akhtar, *Insani Azaa ki Pewand Kari: Tibbi Nuqta-e-Nazar* (Human Organ Transplantation: A Medical Perspective), p. 340

اس میں جو اقسام شامل ہیں، ان کی تفصیل ذیل میں بیان کی جا رہی ہے، ساتھ ہی ان پر فقہاء کی آراء اور دلائل بھی ذکر کئے جا رہے ہیں:

ایلوٹرانسپلانٹ (Allo-Transplant)

ایلوٹرانسپلانٹ میں ایک انسان کے جسم سے دوسرے انسان کے جسم میں عضو منتقل کیا جاتا ہے۔ اگر یہ پیوند کاری ایک انسان سے دوسرے انسان میں ہو تو اسے "ہوموٹرانسپلانٹ (Homo-Transplant) " بھی کہا جاتا ہے۔

فقہاء نے اس پر مختلف آراء دی ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک، اس نوع کی پیوند کاری جائز ہے بشرطیکہ یہ انسانی جان کی بقا کے لئے کی جائے اور اس میں کسی قسم کا اخلاقی یا دینی نقصان نہ ہو۔ تاہم، امام مالکی اور امام حنبلی کے کچھ پیروکاروں نے اس پر تحفظات ظاہر کئے ہیں کیونکہ اس میں جسمانی عضلات کا نقصان اور جسم کی حرمت کا مسئلہ آ سکتا ہے۔

إن الترانسپلانت بين البشر يجوز في حالات الضرورة والحاجة، طالما أن ذلك يخدم مصلحة الإنسان[15]

ہیٹروٹرانسپلانٹ (Hetero-Transplant)

اس میں ایک نسل سے دوسری نسل میں عضو کی منتقلی کی جاتی ہے۔ مثلاً کتے کا دل بندر میں یا انسان میں پیوند کاری کرنا۔

یہ قسم فقہاء کے نزدیک زیادہ متنازعہ ہے، کیونکہ اس میں مختلف نسلوں کے مابین پیوند کاری کی جا رہی ہوتی ہے جو شرعاً جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی بنیاد پر جانوروں اور انسانوں کے اعضاء کا آپس میں تبادلہ ممکن نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ انسان اور جانور کے جسم میں بنیادی فرق موجود ہوتا ہے، جو کہ شرعی اصولوں کے مطابق حرام ہو سکتا ہے۔

آٹوٹرانسپلانٹ (Auto-Transplant)

آٹوٹرانسپلانٹ میں ایک شخص کا عضو اس ہی کے جسم میں پیوند کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا گردہ یا جگر اس کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔

آٹوٹرانسپلانٹ کے بارے میں فقہاء کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ یہ جائز ہے، کیونکہ یہ عمل انسانی جسم کی مدد کے لئے کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کا جسمانی نقصان نہیں ہوتا۔ اس عمل میں ایک ہی شخص کے جسم میں عضو کی تبدیلی کی جاتی ہے، جس سے انسان کی زندگی بچانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں

زینوٹرانسپلانٹ (Xeno-Transplant)

زینوٹرانسپلانٹ میں کسی جانور کا عضو انسان کے جسم میں پیوند کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، خرگوش یا بندر کا دل انسان میں منتقل کیا جانا۔

زینوٹرانسپلانٹ کو اسلامی فقہ میں کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ فقہاء نے اس عمل کو عموماً جائز نہیں سمجھا، کیونکہ یہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان جسمانی اعضا کی منتقلی ہے، جو کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق درست نہیں۔ تاہم، بعض معاصر فقہاء نے اضطراری حالت میں اس کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ اس سے انسانی جان کی حفاظت ہو۔

پیوند کاری کے جواز اور عدم جواز پر علماء کے دو گروہ

پیوند کاری کے جواز اور عدم جواز پر علماء کے دو بنیادی گروہ ہیں:

گروہ اول (جواز کا قائل)

---

[15] ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء، جلد 1، ص: 542

Ibn ‘Abidin, *Radd al-Muhtar ‘ala al-Durr al-Mukhtar*, Dar al-Fikr, Beirut, 2000, Volume 1, p. 542

یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ پیوندکاری انسان کے فائدے کے لئے کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ یہ کسی شرعی اصول کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ گروہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اگر کسی شخص کی زندگی بچانے کے لئے اعضاء کی ضرورت ہو، تو ان اعضاء کی پیوندکاری کو جواز حاصل ہے۔

گروہ دوم (عدم جواز کا قائل)

یہ گروہ پیوندکاری کو حرام سمجھتا ہے، کیونکہ یہ انسان کے جسم کی حرمت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ان کے مطابق اعضاء کی پیوندکاری انسانی جسم کے تقدس کو پامال کرنے کے مترادف ہے، اور اس میں غیر انسانی اجزاء کا استعمال بھی شریعت کی خلاف ورزی ہے۔

عصر حاضر میں پیوندکاری ایک انتہائی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ہے، جس میں مختلف اقسام کی پیوندکاری اور ان کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ پیوندکاری کا عمل انسان کی بقا اور اس کی زندگی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے کیا جاتا ہے، اور اس میں شرعی اصولوں کے مطابق انسانیت کی مدد اور اخلاقیات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

پیوندکاری کے عدم جواز پر علماء کا موقف

انسانی اعضا کی پیوندکاری کے بارے میں انکی رائے یہ ہے کہ انسانی اعضا (مسلمان ہو یا دمی کافر) سے دوسرے انسان کے جسم میں پیوندکاری قطعاناجائز ہے، خواہ پیوند ہونے والا عضو زندہ کا ہو یا مردہ کا، حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار ہو، یہ منتخب فقہاء میں سے علامہ غلام رسول سعیدی اور ڈاکٹر عبدالواحد کی رائے ہے۔[16] قبل ازیں کہ ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جائیں مناسب ہے کہ ان مقدمات کا ذکر کر دیا جائے جن پر ان حضرات کے دلائل کی بنیاد ہے۔

پیوندکاری کے عدم جواز پر علماء کے دلائل

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن اشیا کو حرام قرار دیا ہے وہ بلاشبہ انسانیت کے لئے مضر ہیں چاہئے ان کا ضرر انسان کے فہم میں آئے یا نہ آئے نیز یہ ضرر کبھی انسان جسم سے متعلق ہوتا ہے کبھی روح انسانی سے اور کبھی دونوں سے متعلق ہوتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ومعزز بنایا ہے خدائے پاک کا ارشاد ہے۔

ولقد کرمنا بني آدم[17]

اور ہم نے انسان کو عزت دی ہے۔ اعضاء کو کٹوانے میں اسکی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے"۔

شریعت اسلامیہ نے معالجات کے بارے میں بہت سی سہولیات دی ہیں۔ اور مریض کے لئے بہت آسانیاں پیدا فرمائی ہیں، چنانچہ مریض کے لئے عبادت میں تخفیف اور محرمات تک سے علاج اس کی ایک مثال ہے۔[18]

- فقہانے انسان کو درپیش آنے والے مسائل کو پانچ درجات میں تقسیم کیاہے۔

---

[16] سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:855

Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 855

عبدالوحد ڈاکٹر فقہی مضامین، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ص:359

Dr. Abdul Wahed, *Fiqhi Mazameen*, Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, p. 359

[17] الاسرار:70

Al-Asraar, p. 70

[18] سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:865

Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 865

- ضرورت وہ درجہ ہے کہ جس میں انسان اس حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا، اس کو اضطراری حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ درجہ ہے جس میں مردار کا کھانا، خون کا پینا وغیرہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔
- یعنی وہ درجہ جس میں ممنوعہ چیز کو استعمال نہ کر کے ہلاکت نہ ہو گی مگر مشقت اور تکلیف شدید ہو گی، اس حالت میں انسان کو بہت سی سہولیات شریعت کی طرف سے حاصل ہو جاتی ہیں
- مگر قرآن کی حرام کردہ اشیا حلال نہیں ہوتیں۔
- وہ درجہ جس میں کسی چیز کے استعمال کرنے سے فائدہ تو ہو گا، مگر استعمال نہ کرنے سے نقصان نہ ہو گا، یعنی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں، اس حالت میں نہ تو کوئی "حرام حلال ہوتا ہے، اور نہ ہی عمومی شرعی رخصتیں ملتی ہیں۔
- وہ درجہ ہے جس میں مثلاً بدن کو کسی خاص چیز کے استعمال سے کوئی خاص تقویت بھی نہیں ملتی بس محض تفریح ہے، اس درجہ میں تو بطریق اولی کوئی حرام حلال نہیں ہو گا۔
- یہ درجہ زینت سے بھی آگے کا ہے جس میں محض ہوس ہوتی ہے، اس درجہ میں احکام شرعیہ میں کوئی رعایت تو درکنار خود اس کی مخالفت کی گئی ہے۔[19]

اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی شرعی شرائط

حالت اضطرار میں کسی حرام چیز کے استعمال کرنے کی تین شرطیں ہیں۔

- آدمی کی حالت واقعتاً ایسی ہو کہ حرام چیز کے استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔
- یہ خطرہ محض وہمی نہ ہو بلکہ معتمد معالج کی رائے پر یقینی ہو اور علاج اس معالج کی نظر میں کسی حلال چیز سے ممکن نہ ہو۔
- اس حرام چیز سے شفا بھی معتمد معالج کی رائے میں عام عادت کے موافق یقینی ہو۔[20]

اگر یہ تین شرطیں محقق ہو جائیں تو اس موقع پر اس خاص شخص کے لئے بمقدار ضرورت حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فقہانے لکھاہے کہ ایسی حالت میں خون اور پیشاپ کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہو جائے گا۔ اب ان دلائل کے مقدمات کے بعد ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جو علی الاطلاق انسانی اعضا کی پیوندکاری کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔

پیوندکاری کے عدم جواز پر علماء کے دلائل

ایک دلیل یہ ہے کہ انسان کو خدائے پاک نے اپنے جسم و اعضا کا مالک نہیں بنایا اور اس کے پیچھے بھی انسانی عزت و تکریم کی حکمت پوشیدہ ہے، اگر انسان کو اسکے اعضا کا مالک بنایا جاتا تو ممکن ہے کہ کسی زمانے میں (جیسا کہ آج کل مشاہدہ ہے) وہ اپنے اعضا کو فروخت کرنا شروع کر دیتا یا عام لوگ اس کی وفات کے بعد یہ کام شروع کر دیتے۔[21]

---

19 حموی، احمد بن محمد، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، کراچی: ادارۃ القرآن والاسلامیہ، ھ،ج:1، ص:252

Ahmad ibn Muhammad al-Hamawi, *Ghamz 'Uyun al-Basa'ir Sharh al-Ashbah wa al-Naza'ir*, Karachi: Idarah al-Qur'an wa al-Islamiyyah, Hijri Volume 1, p. 252

20 سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:841

Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 841

21 سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:861

Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 861

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے عدم جواز پر فقہاء کے دلائل

اسلامی فقہ میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے عدم جواز کے حوالے سے متعدد دلائل پیش کیے گئے ہیں، جو قرآن و سنت اور فقہاء کی آراء پر مبنی ہیں۔ ذیل میں ان دلائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

خودکشی کی حرمت اور جسمانی اعضاء کی ملکیت

اسلام میں خودکشی حرام ہے کیونکہ انسان اپنی جان کا مالک نہیں ہے۔ اسی طرح، اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹنا یا عطیہ کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

"انسان کے اعضاء و اجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرفات کر سکے، اسی لیے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء و جوارح کو نہ بیچ سکتا ہے نہ کسی کو ہدیہ اور ہبہ کے طور پر دے سکتا ہے۔"

اسلام میں جسمانی اعضاء کو نقصان پہنچانا یا انہیں بگاڑنا حرام ہے۔ حضرت طفیل بن عمرو کے ہمراہ ایک شخص نے بیماری سے تنگ آکر اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جس عضو کو تم نے اپنے ہاتھ سے بگاڑ لیا ہم اس کی اصلاح نہیں کریں گے۔"

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جسمانی اعضاء کو نقصان پہنچانا شرعاً ممنوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانی اعضاء کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے دوسرے کسی انسان کے بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

یہ حدیث انسانی اعضاء کے استعمال کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

اسلام میں مثلہ، یعنی میت کے جسم کی بے حرمتی، حرام ہے۔ میت کے اعضاء نکالنا یا ان کی چیر پھاڑ کرنا مثلہ کے زمرے میں آتا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے

انسانی اعضاء کی خرید و فروخت اسلامی شریعت میں ممنوع ہے کیونکہ یہ انسانیت کی تذلیل اور تحقیر کے مترادف ہے۔

"بازار میں دیگر اشیاء کی طرح انسانی اعضاء کی بھی علانیہ، ورنہ خفیہ خرید و فروخت شروع ہو جائے گی، جو بلاشبہ انسانی شرافت کے خلاف اور ناجائز ہے۔"

فقہاء کے نزدیک، انسانی جسم سے جدا ہونے والا عضو نجس ہوتا ہے، اس لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔

"آدمی کے اجزاء بدن سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی علت انسانی کے اجزاء کا منفصل حالت میں نجس ہونا ہے یا یہ کہ ان کا احترام ملحوظ ہے، اور یہی رائے کہ احترام ملحوظ ہے، درست ہے۔"

اسلام میں اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت صرف اس وقت ہے جب:

- جان بچانا مقصود ہو۔
- حرام چیز کے سوا کوئی متبادل نہ ہو۔
- استعمال کی مقدار ضرورت کے مطابق ہو۔

"جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر حرام چیزوں کا استعمال کرے اور اس کا رجحان گناہ کی طرف نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے۔"

پیوند کاری کے جواز کے قائلین کی آراء و دلائل

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کے قائل حضرات میں سے بعض تو صرف زندہ بقائم ہوش و حواس انسان کے اعضا کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ بعض اس ضمن میں اپنے اعضا کے استعمال کی وصیت کر کے مرنے والے کے اعضا کی پیوند کاری کو بھی جائز سمجھتے ہیں، ان مجوزین میں مفتی منیب الرحمٰن اور مفتی تقی عثمانی بھی شامل ہیں۔[22]

پیوند کاری کے جواز پر مبنی فقہی موقف اور اس کے دلائل

جو حضرات پیوند کاری کو جائز کہتے ہیں ان کے دلائل دو طرح کے ہیں۔

- اول: وہ دلائل جن سے صرف مردہ کے اعضا سے پیوند کاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔
- دوم: وہ دلائل جن سے زندہ اور مردو دونوں کے اعضا سے پیوند کاری کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

وہ دلائل جن سے مردہ اور زندہ دونوں کے اعضا سے پیوند کاری کی اجازت مفہوم ہوتی ہے اس بارے میں مجوزین کے پاس صرف ایک دلیل ہے اور وہ ہے مصالح مرسلہ اور قواعد فقہیہ، یایوں کہا جاسکتا ہے کہ عرف و عادت اور حالت اضطرار کے بارے میں فقہا کے ذکر کردہ قوائد اور جزئیات۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر منظورات یعنی ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں، یہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے، نیز "المی تجلب التعبیر بھی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے یعنی مشقت ہمیشہ آسانی لاتی ہے جہاں مشقت ہو گی وہاں شریعت آسانی پیدا کر دے گی، حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔

مصلحت اور ضرورت کے تحت احکام میں تبدیلی کے لئے یہ حضرات مندرجہ ذیل جزئیات بھی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں۔

1. اگر حاملہ عورت مر جائے اور ظن غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں موجود بچہ زندہ ہے تو اسے نکالنے کے لئے ماں کا پیٹ چاک کرنا جائز ہو گا۔
2. ایک شخص نے دوسرے کا موتی نگل لیا اور اسکی موت واقع ہو گئی تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے موتی نکالا جائے گا۔
3. جنگ میں اگر کافر مسلمان قیدیوں کو ڈھال بتائیں تاکہ مسلمان حملہ نہ کر سکیں تو اگر مزاحمت نہ کرنے کی صورت میں کافروں کی فتح اور فتح کے بعد مسلمانوں کا قتل اور قید و بند یقینی ہو تو مسلمان فوج کو ایک بڑی تعداد کی خاطر ان ڈھال بننے والے چند مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہو گا۔
4. فقہانے اگرچہ مضطر کے لئے مردو انسان کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے۔ اور زندہ انسان کا گوشت کھانا جائز قرار نہیں دیا ہے تاہم اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں جسم انسانی کی قطع و برید سے ضرر شدید کا اندیشہ تھا اور پیوند کاری میں زندہ انسان کو اس کا خطرہ نہیں ہوتا۔ پیوند کاری کے لئے صرف میت کے اعضا لینے کی دلیل ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل فقہی فرع ہے۔

وان كان مباح الدم كالحربي والمرتد فذكر القاضي أن اللمضطر قتله واكله لان قتله مباح وهكذا قال اصحاب الشافعي لانه لا حرمة له فهو بمنزله السباع وان وجده ميتا ابيح اكله لان اكله مباح بعد قتله فكذلك بعد موته وان وجد معصوما ميتالم يبح اكله في قول اصحابنا و قال الشافعي و بعض الحنفية يباح وهو اولى لان حرمة الحي اعظم ۔[23]

---

[22] منیب الرحمان، مفتی، تفہیم المسائل، ج:2، ص:326

Mufti Muneeb ur Rahman, *Tafheem al-Masa'il* (Volume 2), p. 326

تقی عثمانی، مفتی فقہی مقالات، کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 2015، ج5، ص121

Mufti Taqi Usmani, *Fiqhi Maqalat*, Karachi: Memon Islamic Publishers, 2015, Volume 5, p. 121

[23] عبد الوعد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، مکتبہ قادریہ، لاہور، 2016، ص:359

مضطر یعنی جو حالت اضطرار میں ہو وہ اگر کسی حربی یا مرتد کو پائے جس کو قتل کرنا جائز ہو، تو قاضی ابو بکر باقلانی نے ذکر کیا ہے کہ مضطر کو اجازت ہے کہ وہ اسکو قتل کر دے اور اس کا گوشت کھالے کیونکہ اس کا قتل پہلے سے جائز ہے۔ یہی قول امام شافعی کے دیگر اصحاب کا ہے، وجہ یہ ہے کہ حربی یا مرتد کو حرمت حاصل نہیں ہے، اور وہ شریعت کی نظر میں چوپائے کی مانند ہے، اگر معطر حربی یا مرتد کے مردہ جسم کو پائے تو اس کا گوشت کھا سکتا ہے کیونکہ وہ تو اسکو قتل کر کے اس کو کھا سکتا تھا تو اس طرح اسکی موت کے بعد بھی اس کو کھا سکتا ہے۔ اور اگر مضطر کسی ایسی لاش کو پائے جسکو قتل کرنا حرام ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مضطر کے لئے اسکا گوشت کھانا جائز نہیں جبکہ امام شافعی اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اسکا گوشت کھانا بھی جائز ہے، اور یہی قول اولی ہے کیونکہ زندہ منتظر کا احترام مردہ سے زیادہ ہے۔

المختصر یہ کہ صرف ایک صورت فقہا کے ہاں ناجائز ہے اور وہ ہے کسی ناحق مسلمان کو یا اور کسی معصوم الدم مثل آدمی کو ناحق قتل کرنا اسکے علاوہ مضطر کے لئے تمام صور میں جائز ہیں۔

استدلال اسطرح ہے کہ جب معطر کے لئے میت کو کھانا بلکہ حربی زندہ کو قتل کر کے کھالینا جائز ہے تو مردہ کے جسم سے کسی عضو کو نکال کر ضرورت کو پورا کر لینا بطریق اولی جائز ہونا چاہئے کیونکہ پیوند کاری از قسم تداوی و معالجہ اور معالجہ میں محرمات کا استعمال بھی جائز ہے، اس لئے انسانی خون کا استعمال جائز قرار دیا گیا ہے۔[24]

پیوند کاری کے جواز پر مبنی فقہی موقف کا تنقیدی جائزہ

اسلامی فقہ میں انسانی اعضا کی پیوند کاری (Organ Transplantation) کے جواز پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، جبکہ دیگر علماء اس کے عدم جواز کے حامی ہیں۔ یہاں ہم ان علماء کے دلائل کا جائزہ لیں گے جو پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں، اور ان دلائل پر عدم جواز کے قائل علماء کی طرف سے پیش کیے گئے جوابات کا تجزیہ کریں گے۔

مصلحت مرسلہ (Unrestricted Public Interest) کا استعمال

مجوزین کا مؤقف: پیوند کاری کو جائز قرار دینے والے علماء مصلحت مرسلہ کے اصول کا سہارا لیتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی عمل عوامی مفاد میں ہو اور شریعت کے کسی صریح حکم سے متصادم نہ ہو، تو اسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے

عدم جواز کے قائلین کا جواب: مصلحت مرسلہ کے استعمال کے لیے فقہاء نے چند شرائط مقرر کی ہیں:

1. **مصلحت حقیقی ہو**: یعنی وہم یا خیالی نہ ہو، بلکہ اس سے واقعی فائدہ حاصل ہو یا نقصان کا ازالہ ہو۔
2. **نصوص سے متصادم نہ ہو**: یعنی قرآن و سنت کے کسی صریح حکم کے خلاف نہ ہو۔
3. **مصلحت عام ہو**: یعنی صرف کسی فرد یا مخصوص گروہ کے لیے نہ ہو، بلکہ عمومی فائدہ ہو۔

پیوند کاری کے معاملے میں، عدم جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ یہ شرائط پوری نہیں ہوتیں، کیونکہ:

- انسانی اعضا کی خرید و فروخت کا دروازہ کھل سکتا ہے، جو انسانی وقار کے منافی ہے۔
- یہ عمل میت کی حرمت اور احترام کے خلاف ہے۔
- یہ مصلحت عامہ کے بجائے مخصوص افراد کے فائدے کے لیے ہے۔

Dr. Abdul Wa'ad, *Fiqhi Mazameen*, Maktaba Qadriyyah, Lahore, 2016, p. 359

[24] خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، ج5، ص:52

Maulana Khalid Saifullah Rahmani, *Jadeed Fiqhi Masa'il* (Volume 5), p. 52

عرف (Custom) کا اعتبار

مجوزین کا مؤقف : پیوند کاری کو جائز قرار دینے والے علماء عرف عام کا حوالہ دیتے ہیں، یعنی اگر کوئی عمل معاشرے میں عام ہو جائے اور لوگ اسے قبول کر لیں، تو وہ شریعت میں قابل قبول ہو سکتا ہے۔

عدم جواز کے قائلین کا جواب : عرف کے معتبر ہونے کے لیے بھی فقہاء نے شرائط رکھی ہیں:

1. **عرف عام ہو :** یعنی پورے معاشرے میں رائج ہو، نہ کہ مخصوص گروہ میں۔
2. **عرف فاسد نہ ہو :** یعنی وہ عرف شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

پیوند کاری کے معاملے میں، عدم جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ:

- یہ عرف عام نہیں ہے، کیونکہ بہت سے لوگ اور علماء اس کے خلاف ہیں۔
- یہ عرف فاسد ہے، کیونکہ اس میں میت کی بے حرمتی اور انسانی اعضا کی خرید و فروخت شامل ہو سکتی ہے۔

پیوند کاری کے جواز کے قائل علماء مصلحت مرسلہ اور عرف عام کے اصولوں کا سہارا لیتے ہیں، لیکن عدم جواز کے قائل علماء ان اصولوں کے استعمال کے لیے مقرر کردہ شرائط کی روشنی میں ان دلائل کو مسترد کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ پیوند کاری میں میت کی حرمت کی پامالی، انسانی اعضا کی خرید وفروخت، اور عرف فاسد جیسے مسائل شامل ہیں، جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہیں۔

پیوند کاری کے جواز کے دلائل: ایک تفصیلی جائزہ

اسلامی فقہ میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری (Organ Transplantation) کے جواز یا عدم جواز پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ تاہم، عصر حاضر کے بیشتر فقہاء نے مخصوص شرائط کے تحت پیوند کاری کو جائز قرار دیا ہے، خصوصاً جب یہ انسانی جان بچانے یا کسی اہم جسمانی فعل کی بحالی کے لیے ضروری ہو۔

خون اور دودھ پر قیاس کا جواب

کچھ لوگ کہتے ہیں جب خون اور دودھ سے علاج جائز ہے جو انسانی اعضاء ہیں، تو باقی اعضاء سے بھی علاج جائز ہو گا۔ اسکے کئی جواب ہیں کہ خون اور دودھ اور انسانی اعضاء میں بڑا فرق ہے۔

خون دینا اور دودھ تغذیہ (غذا دینا ہے) اور پیوند کاری معالجہ ہے، خون اور دودھ ایسے اجزاء نہیں ہیں جو ثابت اور قائم ہوں اور انسان کے تشخص میں دخل ہو، جبکہ اعضاء ثابت و قائم ہیں اور انسان میں دخل بھی ہے۔ پھر خون اور دودھ کے اخراج سے دوسرا خون اور دودھ پیدا ہو جاتا ہے، جسمانی ساخت میں فرق نہیں پڑتا، جبکہ اعضاء کے کٹنے سے دوسرے اعضاء پیدا نہیں ہوتے اور جسمانی ساخت و تشخص میں بھی فرق آ جاتا ہے۔[25]

خون سے معالجہ کی اجازت خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد پر بند ہوتا ہے اس پر پیوند کاری کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔[26]

خون کے اخراج میں کسی عضو کی قطع و برید نہیں ہوتی۔ بسا اوقات خون کا اخراج ناگزیر ہوتا ہے جیسے نکسیر کی صورت میں، اور جن حضرات کے نزدیک پیوند کاری معالجہ نہیں ان کے نزدیک تو خون پر قیاس ویسے ہی غلط ہے۔

---

[25] سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:855
Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 855

[26] سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:2، ص:856
Allama Ghulam Rasool Saeedi, *Sharh Sahih Muslim* (Volume 2), p. 856

عدم جواز کے مؤقف پر مجوزین کی علمی تنقیدات

پہلا اعتراض یہ ہے کہ پیوند کاری میں اہانت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اہانت کا کوئی مستقل معیار شریعت نے مقرر نہیں کیا اور جہاں شریعت نے کوئی مستقل معیار مقرر نہ کیا ہو، عرف وہاں حاکم ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر وحبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

قال الفقہا ایضا کل مارود بہ الشرع مطلقا ولا ضابط لہ فیہ ولا في لغة یرجع فیہ إلی العرف کالحرز في السرقة"

فقہانے کہا ہے کہ جو چیز شریعت میں مطلقاً وارد ہوئی ہے اور اس کے لئے شریعت میں کوئی ضابطہ نہیں ہے تو عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے سرقہ میں حفاظت کا مقصداق۔

چنانچہ اب اہانت کا مفہوم عرف پر ہی معتبر ہو گا اور عرف اب پیوند کاری میں اہانت کا نہیں ہے بلکہ اگر مردو وصیت کر کے جائے کہ میرے اعضا استعمال کر لئے جائیں تو معاشرے میں اسے عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے۔[27]

نیز یہ کہ محض انسانی جان کے بچاؤ کے لئے فقہانے قرآنی آیات تک کو خون وغیرہ سے لکھنے کا جواز فراہم کیا ہے۔

والذي رعف فلا برقای دمہ فارادان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیأ من القرآن قال ابو بکر مجوز "۔ جس شخص کو نکسیر ہو اور خون بند نہ ہوتا ہو وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کا کوئی حصہ لکھنا چاہئے تو ابو بکر کہتے ہیں جائز ہے۔ نیز فقہانے محض انسانی جان کی بقا کے لئے بہت سی قابل احترام چیزوں کی اہانت برداشت کی ہے۔

انسانی اعضا کے استعمال پر ممانعت کی دلیل کا مجوزین کی جانب سے ردّ

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ انسانی اعضا کے استعمال کی ممانعت جس حدیث پاک سے معلوم ہوتی ہے اس میں انسانی بالوں کے استعمال سے محض زینت مطلوب ہے لہذا وہاں وجہ لعنت او زینت ہے نہ کہ انسانی بالوں کا استعمال کرنا۔ خاص کر اجنبی مردوں کے سامنے اپنے آپ کو دلکش بنانا مراد ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو جانوروں کے بالوں کے استعمال پر بھی پابندی ہوتی حالانکہ ایسا نہیں۔ نیز اسے تزئین کے ساتھ خاص کرنا تمام شراح حدیث کی تشریحات کو نظر انداز کرنا ہے، شراح نے اس حدیث سے مطابقا اعضا انسانی کے استعمال کی ممانعت سمجھی ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے۔ یہ اعتراض کہ پیوند کاری کی اجازت سے انسان قابل خرید و فروخت چیز بن جائے گا۔ مجوزین کہتے ہیں اس خدشہ کا بلاشبہ اندیشہ ہی نہیں، بلکہ مشاہدہ ہے اس کے لئے قانون سازی کی جانی چاہئے۔

انسانی اعضا کی خرید و فروخت کا شرعی تجزیہ

انسانی اعضا کی خرید و فروخت کے سلسلے میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔

- شریعت نے بعض مواقع پر انسانی جان اور انسانی اعضا کو متقوم (قیمت والا) ٹھہر آیا ہے یہ اس وقت ہے جب انسان کو ہلاک کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دیا جائے۔
- پورے انسانی جسم کی خرید فروخت بھی حرام ہے
- انسانی بال اور دودھ یہی دو چیزوں تھیں جن سے گزشتہ زمانے میں فائدہ اٹھایا جاتا تھا، فقہانے ان میں سے بالوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کی ہے، اور وجہ احترام آدمیت کو ٹھہرایا ہے۔

[27] خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا جدید فقہی مسائل، ج5، ص:49

Maulana Khalid Saifullah Rahmani, *Jadeed Fiqhi Masa'il* (Volume 5), p. 49

وشعر الانسان والانتفاع بہ ای لم یجز بیعہ لان الادمی مکرم غیر مبتذل فلا یجوز ان یکون شئ من اجزادھا نامبتذلا [28]

علامہ شامی نے بالوں کی طرح انسانی ناخنوں کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع ٹھہرایا ہے۔ دودھ کی خرید و فروخت میں اختلاف ہے، احناف نے احترام آدمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ البتہ امام یوسف نے اسے جائز رکھا ہے شوافع اور مالکیہ کے نزدیک بھی جائز ہے اسی طرح ابن قدامہ حنبلی، ابن مطلع اور دیگر حنابلہ بھی جواز ہی کی طرف گئے ہیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحقیق یہ ہے کہ جن اشیا سے بوجہ نجاست یا بوجہ حرمت انتفاع نہ ہو سکے اگر وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے جیسے گوبر اور ریشم کے کیڑے کی فروخت جائز قرار دی گئی ہے۔ نیز یہ کہ اگر کسی شئے کہ خرید و فروخت اصلاً ممنوع ہو اور وہ کسی نص صریح کے خلاف نہ ہو لیکن انسانی ضرورت اور تعامل اس کے جواز کا تقاضا کرتے ہوں تو اس کی بیع جائز ہو جاتی ہے۔ لہذا ان دو امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی اعضا کی ازراہِ مجبوری خریداری جائز ہے، فروخت جائز نہیں ہے۔ [29]

منتخب فقہاء کی آراء:

علامہ غلام رسول سعیدی کہتے ہیں کہ سونے چاندی کی دہات اور پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے، البتہ کسی زندہ یا مردہ انسان (مسلمان ہو یا ذمی کافر) کے اعضاء کو دوسرے انسان میں لگانا جائز نہیں ہے حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار ہو۔ ڈاکٹر مفتی عبد الواحد کہتے ہیں کہ ایک محدود حد تک پیوند کاری کی اجازت ہے۔ مثلاً(Needle Biopsy) کے ذریعے معطی کے جگر کے کچھ خلئے لے کر مریض کے جسم میں داخل کر دئے جائیں جن میں تقسیم در تقسیم کے عمل سے اضافہ ہو جائیگا۔ اسی طرح اس عمل کے ذریعے ہڈی کا گوادو(Bone Marrow) حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرنا جائز ہو گا۔ مفتی تقی عثمانی کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جدا شد ہ عضو کو دوبارہ اسی جگہ لگادے تو یہ عضو پاک ہے، اس کے ساتھ نماز بھی ہو جائیگی اسے دوبارہ اکھاڑنے کا حکم نہیں دیا جائیگا لہذا یہ پیوند کاری جائز ہے۔ مفتی غیب الرحمن مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آدمی اپنے بالوں کو طبی عمل سے سر پر لگائے تو یہ پیوند کاری جائز ہے۔ [30]

نتائج

1. انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرتے وقت فقہاء کے اصولی قواعد اور فروعی مسائل کی پیروی کرنا ضروری ہے، جن میں انسانی جسم کی اہانت، خرید و فروخت اور غیر ضروری جسمانی تبدیلیوں کی ممانعت شامل ہے۔
2. پیوند کاری کو محض مصلحت مرسلہ یا عرف کی بنیاد پر جائز قرار دینا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت جیسے غیر اخلاقی اور غیر قانونی عمل کو فروغ مل سکتا ہے۔
3. فقہاء نے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کو واضح طور پر ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے انسانی حرمت کی پامالی اور اخلاقی طور پر ناپسندیدہ نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔
4. کچھ فقہاء نے محدود صورتوں میں، جیسے سونے چاندی کی ہڈیوں سے پیوند کاری یا بون میرو کی منتقلی کو جائز قرار دیا ہے، تاہم یہ بھی مخصوص شرائط پر مبنی ہے اور دیگر اعضاء کی پیوند کاری سے مختلف ہے۔

---

[28] زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری الحنفی البحر الرائق، ج:2، ص:18

Zain al-Din ibn Ibrahim ibn Nujaym al-Misri al-Hanafi, *Al-Bahr al-Ra'iq* (Volume 2), p. 18

[29] خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا م جدید فقہی مسائل، ج5، ص:57

Khalid Saifullah Rahmani, Maulana, *Jadeed Fiqhi Masa'il* (Volume 5), p. 57

[30] غیب الرحمن، مفتی، تقسیم المسائل، ج:2، ص:462

Mufti Ghaibur Rahman, *Taqseem al-Masa'il* (Volume 2), p. 462

5. انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے عمل میں انسان کے جسم اور اعضا کی عزت و احترام کو مقدم رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اس عمل سے انسان کی زندگی اور جسم کی حرمت متاثر ہو سکتی ہے۔
6. عالمی سطح پر انسانی اعضاء کی خرید و فروخت اور پیوند کاری کے غیر اخلاقی پہلو ظاہر ہو چکے ہیں، جیسے پاکستان میں گردوں کی غیر قانونی تجارت، جو فقہاء کی رائے کے مطابق مزید نقصاندہ ہے۔
7. بیشتر علماء کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ پیوند کاری کی اجازت دینا انسان کی فطرت اور اخلاقی حدود کے خلاف ہے، اور اس سے معاشرتی، اخلاقی اور قانونی مسائل جنم لے سکتے ہیں۔
8. انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی اجازت صرف ان مخصوص حالات میں دی جا سکتی ہے، جہاں انسان کی زندگی کی بقا اور ضرورت ہو، اور اس میں کسی قسم کی اخلاقی یا دینی خلاف ورزی نہ ہو۔

سفارشات

1. انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے متعلق فقہاء کی مختلف آراء اور جدید طبی ترقیات کے پیش نظر، اس موضوع پر مزید فقہی تحقیق اور جدید فقیہانہ اجتہاد کی ضرورت ہے تاکہ جدید مسائل اور ان کے اثرات پر ٹھوس موقف اپنایا جا سکے۔
2. انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے عمل کو اس بات کے تحت جائز قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ انسان کی زندگی کے لیے ناگزیر ہو اور کسی دوسرے جائز طریقہ علاج کا امکان نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے مفصل فقہی گائیڈ لائنز تیار کی جائیں۔
3. پیوند کاری کی اجازت دیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی موقع نہ ملے۔ اسلامی فقہ میں اعضاء کی حرمت اور اخلاقی اصولوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔
4. پیوند کاری کے عمل کو اسلامی شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ڈاکٹرز اور فقہاء کے درمیان مشترکہ کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ دونوں طرف سے مفہوم اور حدود واضح ہوں۔
5. عوام کو پیوند کاری کے اثرات اور اس کی حدود کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے شعور بیدار کرنے کی مہم چلائی جائے اور اس پر مضبوط قانونی ضوابط نافذ کیے جائیں تاکہ انسانی اعضاء کی غیر قانونی تجارت کو روکا جا سکے۔

6. پیوند کاری کو صرف حالات اضطرار میں جائز قرار دیا جائے، جب انسانی زندگی کا خطرہ ہو اور کسی اور علاج کے ذریعے اس خطرے سے بچاؤ ممکن نہ ہو۔ اس کے لیے ایک واضح اصول مرتب کیا جائے۔
7. اعضاء کے عطیہ کے عمل اور اس کی قانونی حیثیت کو مضبوط کرنے کے لیے اسلامی قوانین کی مدد سے ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے تاکہ اعضاء کے عطیہ اور پیوند کاری کے عمل میں کسی قسم کی اخلاقی خلاف ورزی نہ ہو۔
8. پیوند کاری کی ضرورت کو کم کرنے کے لیے طبی تحقیق اور علاج کے متبادل طریقوں پر زور دیا جائے، تاکہ انسانوں کو کم خطرات میں مبتلا کر کے صحت کی دیگر سہولتیں فراہم کی جاسکیں۔
9. ڈاکٹروں اور طبی ماہرین کو پیوند کاری کے متعلق اخلاقی تعلیم دی جائے تاکہ وہ صرف قانونی اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہی اس عمل کو اختیار کریں۔
10. اعضاء کی خرید و فروخت کے عمل کو سختی سے روکنے کے لیے قانون سازی کی جائے تاکہ پیوند کاری کے عمل میں اس طرح کے غیر اخلاقی اقدام کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

خلاصہ

پیوند کاری کے جواز یا عدم جواز پر مختلف فقہاء کی آراء تقسیم ہیں۔ بعض علماء نے اس عمل کو جائز قرار دیا ہے، خاص طور پر جب یہ زندگی بچانے کے لیے ضروری ہو اور کسی اور علاج سے ممکن نہ ہو۔ دیگر علماء نے اس عمل کو غیر اخلاقی اور ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ وہ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، جسمانی اہانت اور دین کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں۔ پیوند کاری کے جواز کو بعض علماء نے مصلحت اور عرف پر مبنی قرار دیا ہے، تاہم اس کو بعض علماء نے رد کیا ہے کیونکہ مصلحت کو صرف شرعی نصوص اور اجماع کے مطابق تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ عرف اور مصلحت کے اصول کے تحت پیوند کاری کی اجازت دینا غیر مناسب ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں انسانی اعضاء کی غیر قانونی خرید و فروخت کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ پیوند کاری کو حالات اضطرار میں جائز قرار دیا گیا ہے، جب زندگی بچانے کے لیے دیگر طریقے ناکام ہوں۔ اس نقطہ نظر سے پیوند کاری کو اس وقت تک جائز سمجھا جاسکتا ہے جب تک اس کے سوا کوئی اور آپشن نہ ہو۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز پر مزید فقہی تحقیق اور اجتہاد کی ضرورت ہے تاکہ جدید مسائل اور طبی ترقیات کے مطابق اسلامی شریعت کی رہنمائی فراہم کی جاسکے۔ اس کے علاوہ، پیوند کاری کے بارے میں شریعت کی وضاحت کے لیے فقہاء کے درمیان مشترکہ کمیٹیوں کی تشکیل کی تجویز دی گئی ہے تاکہ ایک واضح اور متفقہ فتویٰ مرتب کیا جاسکے۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ اسلامی اصولوں، اخلاقیات، اور جدید طبی ضرورتوں کے متوازن تجزیے پر مبنی ہونا چاہیے۔ اس کے لیے مزید فقہی تحقیق، قانون سازی، اور طبی اخلاقیات کی رہنمائی کی ضرورت ہے تاکہ اس عمل کے اخلاقی اور قانونی پہلوؤں کو محفوظ رکھا جاسکے۔

مصادر و مراجع

1. ابوداؤد، السنن، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی اتخاذ الأنف من الذھب، دار الفکر، 1410ھ
2. شرح النووی علی مسلم، دار احیاء التراث العربی، 1392ھ
3. الکاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، 1986ء،
4. القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ، 1372ھ
5. مولانا سعید احمد سعیدی، تجلیات فقہیہ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2012ء
6. ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء
7. قرارات المجمع الفقهي الإسلامي، رابطۃ العالم اسلامی، مکہ مکرمہ، 2004ء
8. سعید اختر، ڈاکٹر، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، طبی نقطہ نظر، 2015، مکتبہ قادریہ
9. ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 2000ء
10. سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، 2017، مکتبہ اسلامیہ
11. عبد الوحد ڈاکٹر، فقہی مضامین، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 2017، مکتبہ اسلامیہ
12. حموی، احمد بن محمد، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، کراچی: ادارۃ القرآن والاسلامیہ
13. منیب الرحمان، مفتی، تفہیم المسائل، 2009، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
14. تقی عثمانی، مفتی، فقہی مقالات، کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 2015ء
15. خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، 2011، مکتبہ قادریہ، لاہور
16. زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری الحنفی البحر الرائق، 2016، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

Bibliography

1. Abu Dawood, Sunan Abu Dawood, Kitab al-Khatam, Bab Ma Jaa fi Ittikhadh al-Anf min al-Dhahab, Dar al-Fikr, 1410 AH.
2. Sharh al-Nawawi ‘ala Muslim, Dar Ihya al-Turath al-Arabi
3. Al-Kasani, Bada’i al-Sana’i, Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1986
4. Al-Qurtubi, Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an, Dar al-Kutub al-Misriyah, 1372 AH
5. Maulana Saeed Ahmad Saeedi, Tajalliyat Fiqhiyyah, Maktabah Islamiyyah, Lahore, 2012Ibn ‘Abidin, Radd al-Muhtar ‘ala al-Durr al-Mukhtar, Dar al-Fikr, Beirut, 2000.
6. Decisions of the Islamic Fiqh Academy, International Islamic Fiqh Academy, Rabita al-‘Alam al-Islami, Makkah al-Mukarramah, 2004.
7. Dr. Saeed Akhtar, Insani Azaa ki Pewand Kari: Tibbi Nuqta-e-Nazar (Human Organ Transplantation: A Medical Perspective)
8. Allama Ghulam Rasool Saeedi, Sharh Sahih Muslim
9. Dr. Abdul Wahed, Fiqhi Mazameen, Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam.
10. Ahmad ibn Muhammad al-Hamawi, Ghamz ‘Uyun al-Basa’ir Sharh al-Ashbah wa al-Naza’ir, Karachi: Idarah al-Qur’an wa al-Islamiyyah
11. Mufti Taqi Usmani, Fiqhi Maqalat, Karachi: Memon Islamic Publishers, 2015
12. Maulana Khalid Saifullah Rahmani, Jadeed Fiqhi Masa'il (Volume 5).
13. Zain al-Din ibn Ibrahim ibn Nujaym al-Misri al-Hanafi, Al-Bahr al-Ra’iq